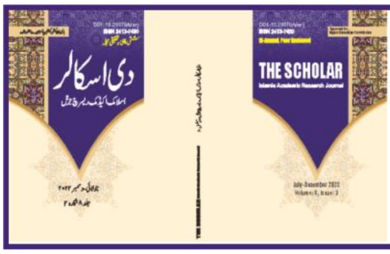

THE SCHOLAR
ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
ISSN: 2413-7480 (Print)
ISSN: 2617-4308 (Online)
DOI: 10.29370/siarj
Journal home page: https://siarj.com

اسلامی جمالیاتِ فنِ تعمیر اور شہری ترقی: اسوہ حسنہ کے تناظر میں

ISLAMIC AESTHETICS OF ARCHITECTURE AND URBAN DEVELOPMENT: IN THE CONTEXT OF THE SUNNAH OF PROPHET MUHAMMAD ﷺ

1- Abdul Hai Madni
Email: dr.madni67@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-6074-2845
Professor, Department of Essential Studies, NED University of Engineering & Technology, Karachi, Pakistan.

2- Arif Mateen
Email: amateen637@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0003-0633-6261
Assistant Professor, Islamic Research Centre Bahaudin Zakariya University, Multan, Pakistan.

To cite this article:
Mateen, Arif, and Abdul Hai Madni. "URDU-ISLAMIC AESTHETICS OF ARCHITECTURE AND URBAN DEVELOPMENT: IN THE CONTEXT OF THE SUNNAH OF PROPHET MUHAMMAD ﷺ." *The Scholar Islamic Academic Research Journal* 10, No. (June 12, 2024).
To link to this article: https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

Journal	The Scholar Islamic Academic Research Journal Vol. 10, No. 1 ||January –June 2024 || P. 55- 70
DOI:	10.29370/siarj/issue18urduar5
License:	Copyright c 2017 NC-SA 4.0
Journal homepage	https://siarj.com
Published online:	2024-06-12
Journal is Indexed by:	DOAJ |AIL| Almanhal |National Library of Australia |Academia, |DRJI |WorldCat |SCILIT |Gale| The Internet Archive|10-A Digital Library||Harvard Library E-Journals|-Library	University of Ottawa| ScienceGate| NAVER Academic, Asian Digital Library| Tehqeeqat, |SEMANTIC SCHOLAR	Publon| Repository |Globethics| EuroPub database| Cornell University Library	Advanced Sciences Index.

BY NC SA
Open Access

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

اسلامی جمالیاتِ فنِ تعمیر اور شہری ترقی: اسوہ حسنہ کے تناظر میں

ISLAMIC AESTHETICS OF ARCHITECTURE AND URBAN DEVELOPMENT: IN THE CONTEXT OF THE SUNNAH OF PROPHET MUHAMMAD ﷺ

Abdul Hai Madni, Arif Mateen

ABSTRACT:

The intricate relationship between architecture and urban expansion reflects societal culture, as seen in the contrasting designs of Islamic and Western homes. Islamic architecture emphasizes hijab by separating internal spaces like kitchens from external guest rooms, while Western designs place kitchens opposite guest rooms. Traditional Western architecture shows glimpses of Islamic styles, but modern architecture eliminates such distinctions. Contemporary Islamic societies face Western cultural influence, leading to deviations from Islamic traditions. This study explores how Islamic principles, rooted in the Prophet's teachings, historically shaped urban development, emphasizing community welfare, sustainability, and social equity. Through qualitative research, it advocates integrating traditional Islamic values with modern practices to create resilient, balanced urban landscapes that honor heritage and innovation.

KEYWORDS: Seerah, Architecture, Aesthetics, Urban Development, Modernity, Traditional architectural designs

کلیدی الفاظ: سیرہ، فنی تعمیر، شہری ترقی، اسوہ حسنہ، اسلامی، جمالیاتی، جدت

تعارف

اسلامی طرز تعمیرات کے ممکنہ دو پہلو بہت اہم ہیں ایک عالمیت وآفاقیت کے پس منظر میں اور دوسرا مقامی اور علاقائی پس منظر کے ساتھ۔ سیرت طیبہ کی ہدایات کو اگر عرب تعمیرات کے ساتھ ملا کر سمجھا جائے تو بسااوقات یہ احساس

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی طرز تعمیرات میں عربی تعمیرات کی اشکال نظر آتی ہیں یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر علاقائی روایات اسلامی تعلیمات کی تنفیذ کی راہ میں حائل نہ ہوں تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اسے اسلامی طرز تعمیرات میں لازمی عنصر کی حیثیت سے نہیں سمجھا جائے تو کم از کم مسنون حیثیت ضرور اختیار کر لیتی ہے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خالص عربی تعمیرات میں آفاقیت نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو اگر جمع کیا جائے اور فن تعمیرات کو ان فرامین کی روشنی میں مدون کیا جائے تو بہت خوبصورت شکل سامنے آتی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ سطور قادمہ میں کیا جائے گا۔

کیونکہ مرور زمانہ کے تحت بہت سی اشکال اسلامی تعمیرات میں داخل ہوتی گئی جن کی تفصیلات اسلامی معاشرے میں مساجد کی صورت میں نظر آسکتی ہیں۔ یعنی ان میں مسلمانوں کا روایتی فنِ تعمیر کا عکس نظر آتا ہے۔

لفظ "تعمیرات" تعارف و تاریخی پس منظر و عناصر:

معماری کا لفظ عربی کے عمر سے ماخوذ ہے جس کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی سکونت اور رہائش یا رہنے کے ہوتے ہیں اسی سے عربی میں عمارۃ بنایا جاتا ہے یعنی وہ جگہ کہ جہاں رہائش اختیار کی جا سکتی ہو اسی عمر سے معمار بنا ہے یعنی وہ شخص جو رہنے کی عمارت کو بناتا ہو اور اسی سے اس بنانے کے عمل کا نام یعنی معماری بھی اخذ کیا جاتا ہے۔

قدیم انسانی معاشروں میں دو اقسام کی تعمیرات کا وجود ملتا ہے ایک عبادت الٰہی کے لیے تعمیر کردہ اور دوسری ذاتی رہائش گاہ لہذا تاریخی پس منظر میں سب سے پہلے عبادت گاہوں کا تعارف درج ذیل ہے

عبادت خانے: کعبہ، مسجد حرام، مسجد نبوی: اسطوانہ،، دروازے، صفہ، صحن، محراب، حجرہ:

مسلم فن تعمیر کا ایک شاندار نمونہ مسجد تھا۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ کو مسجد کہتے ہیں۔ 'مسجد' عربی الاصل لفظ ہے جس کا لغوی مطلب ہے 'سجدہ کرنے کی جگہ'۔ عموماً اسے نماز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر تاریخی طور پر یہ کئی حوالوں سے اہم ہیں مثلاً عبادت کرنے کے لیے، مسلمانوں کے اجتماع کے لیے، تعلیمی مقاصد کے لیے حتیٰ کہ مسلمانوں کے ابتدائی زمانے میں مسجدِ نبوی کو غیر ممالک سے آنے والے وفود سے ملاقات اور تبادلہ خیال کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مساجد (مسجد کی جمع) سے مسلمانوں کی اولین جامعات (یونیورسٹیوں) نے بھی جنم لیا ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ الازہر، جامعہ زیتونیہ، اس کے علاوہ اسلامی طرزِ تعمیر نے بھی بنیادی طور پر مساجد سے فروغ پایا ہے۔

سب سے پہلی مسجد کعبہ تھی جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر ایک عبادت گاہ تعمیر کی۔ یہی جگہ مسجد الحرام کہلائی۔ دوسری مسجد 'مسجد قباء' تھی جس کی بنیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کچھ باہر اس وقت

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

رکھی جب وہ مکہ سے مدینہ ہجرت فرمارہے تھے۔تیسری مسجد 'مسجد نبوی' تھی جس کی بنیاد بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہجرت کے بعد رکھی اور اس کی تعمیر میں خود بھی حصہ لیا۔مسجدِ نبوی مسلمانوں کا مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مرکز تھا۔آج مسجد الحرام اور مسجد نبوی مسلمانوں کی مقدس ترین جگہیں ہیں۔

دنیائے عرب سے باہر اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی مساجد تعمیر ہو گئیں۔ایران کی فتح کے بعد ایران، عراق اور موجودہ افغانستان میں اسلام پھیلا تو وہاں مساجد تعمیر ہوئیں جن میں سے کچھ تیرہ سو سال قدیم ہیں۔ہندوستان میں پہلے سندھ اور بعد میں دیگر علاقوں میں آٹھویں صدی عیسوی سے مساجد تعمیر ہوئیں۔بعد میں مغلوں نے بڑی عالیشان مساجد کی تعمیر کی جن میں سے بہت سی آج موجود ہیں مثلاً (جامع مسجد دہلی) دہلی، بھارت (بادشاہی مسجد) لاہور، پاکستان۔

مساجد مسلمانوں کے مراکز ہیں جن کے مقاصد صرف مذہبی نہیں رہے بلکہ مسلمانوں کا معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی مرکز بھی مسجدیں رہی ہیں۔باجماعت نمازیں مسلمانوں کے آپس کے تعلقات، میل جول اور حالات سے آگاہی کے لیے بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔اس کے علاوہ مساجد جنگوں اور دیگر ہنگامی حالات میں ایک پناہ گاہ کا کام بھی کرتی رہی ہیں۔یہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ غیر مسلمین کو پناہ دینے کے لیے بھی استعمال ہوتی رہی ہیں مثلاً مسجدِ پیرس دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کے لیے پناہ گاہ رہی ہے۔

ابتدائی مساجد بہت سادہ تھیں اور ایک منزلہ سادہ عمارت پر بھی مشتمل ہوتی تھیں جس کے ساتھ کوئی مینار یا گنبد ضروری تھا۔اسلام میں مسجد کے لیے صرف جگہ مخصوص ہوتی ہے مگر اس کے طرزِ تعمیر پر کوئی قدغن نہیں۔ابتدا میں مسجد نبوی کھجور کے تنوں کے ستونوں اور اُس کے پتوں کی چھت سے تعمیر ہوئی تھی۔کعبہ پتھروں سے بنی تھی جس کے ارد گرد کھلے احاطے میں عبادت ہوتی تھی۔مگر وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے وسائل بڑھتے چلے گئے اور انہوں نے اپنی ضرورت اور علاقے کی ثقافت کے مطابق مساجد تعمیر کیں۔وقت، ضرورت اور ثقافت کی عکاسی کی وجہ سے مساجد میں کئی چیزیں تقریباً ضروری ہو گئیں جیسے مینار، گنبد، مسجد میں ایک صحن، وضو کے فوارے (یا تالاب یا نلکوں والی جگہ)، نماز کے لیے ہال، کتب خانے، مطب اور بعض مساجد کے ساتھ مدارس، تحقیقی مراکز یا باقاعدہ جامعات شامل ہیں۔مساجد میں مہنگے کام اور بلند مینار اور گنبد بعد میں بننا شروع ہوئے۔

مینار مسجد کی بنیادی پہچان ہے جس سے مسجد دور ہی سے نظر آسکتی ہے۔بنیادی طور پر مینار پر چڑھ کر اذان دی جاتی تھی جس سے آواز دور تک جاتی تھی مگر اب اذان مسجد کے اندر سے دی جاتی ہے کیونکہ لاوڈ سپیکر سے آواز کو دور دور تک پہنچایا جاسکتا ہے۔مسجد کے مینار کی اونچائی پر کوئی قدغن نہیں۔یہ بہت چھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور بہت اونچا بھی۔یورپ

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

میں چھوٹی مساجد میں تو مینار ہی نہیں ہوتے کیونکہ وہ اکثر ایک یا دو کمروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

شروع میں مساجد کے مینار نہیں تھے اور وہ بہت سادہ تھیں مگر جلد ہی مینار مساجد کا تقریباً لازمی حصہ بن گئے۔ مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مینار کلیساوؤں کے مینار دیکھ کر بنائے گئے مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ عرب تعمیرات میں پہلے ہی سے مینار بنتے تھے خصوصاً مختلف دفاعی قلعوں کے ساتھ مینار دور تک دیکھنے کے لیے بنائے جاتے تھے۔ مساجد میں میناروں کی تعداد ایک سے لے کر چھ تک ہوتی ہے۔ اکثر مساجد میں چار مینار ملتے ہیں۔ ترکی کی کئی مساجد میں چھ مینار ہیں۔ مسجد الحرام میں کل نو مینار ہیں جو مختلف اوقات میں تعمیر ہوئے ہیں۔ مسجد نبوی کے دس مینار ہیں جن میں سے چھ 99 میٹر اونچے ہیں۔ مینار کے اوپر جانے کے لیے دو سو چار سیڑھیاں ہیں۔ مسجد حسن ثانی کا مینار، بادشاہی مسجد کا مینار اور مسجد الحضر کا مینار دنیا کے لمبے ترین میناروں میں سے کچھ ہیں۔ میناروں کی اشکال مختلف ممالک میں مختلف ہیں۔ پاکستان، بھارت اور ایران میں مینار عموماً گول ہوتے ہیں اور کافی موٹائی رکھتے ہیں۔ ترکی میں عموماً مینار گول مگر کم موٹائی والے ہوتے ہیں۔ شام اور مصر میں بہت سے مینار چورس (مربع شکل کے) ہوتے ہیں۔ مصر میں ہشت پہلو مینار بھی ملتے ہیں۔ مگر ان تمام مذکورہ ممالک میں دوسری اقسام کے مینار بھی ملتے ہیں۔ میناروں کے اوپر سرخ، فیروزی یا دیگر نقش و نگار بھی بنائے جاتے ہیں جن سے ان کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایران اور عراق میں بعض مینار سنہری رنگ کے بنے ہوئے ہیں جن کے اوپری حصے میں اصلی سونے سے ملمع کاری کی گئی ہے۔[1] (۱)

گنبد آج کل کی مساجد کا تقریباً جزوِلازم ہیں۔ گنبد کا بنیادی مقصد صرف خوبصورتی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے خطیبِ مسجد کی آواز پوری مسجد میں گونجتی ہے۔ اس کے علاوہ اب گنبد مساجد کی پہچان بن چکی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا روضہ مبارک مسجدِ نبوی میں ہے جس کا سبز گنبد بہت مشہور ہے۔ روضہ مبارک کی تصاویر میں سب سے نمایاں یہی گنبد ہے۔

فلسطین میں واقع الصخرہ شاید سب سے پرانا قائم گنبد ہے۔ سندھ میں عربوں کی آمد کے بعد کئی مساجد تعمیر ہوئیں جن کے ساتھ سادہ مگر بڑے بڑے گنبد تھے مگر بعد میں مغل بادشاہوں نے بڑی شاندار مساجد تعمیر کیں مثلاً بادشاہی مسجد لاہور، پاکستان کے سفید گنبد بہت ہی خوبصورت اور بڑے ہیں۔ مغلوں کی تعمیر کردہ بابری مسجد کے گنبد بھی

---

[1] Ernest Toddhyam Richmond, Mutarjima Syed Mubarakuddin Rifat, Islami Fun-e-Taameer, 623-1615: Chand Asbab Aur Ilal, Aligarh: Anjuman Taraqqi Urdu, Hind, 1952, p. 45

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

بہت بڑے تھے۔ جدید دور میں تعمیر ہونے والی کراچی، پاکستان کی مسجد طوبیٰ کا گنبد یک گنبدی مساجد میں سب سے بڑا ہے جو 72 میٹر (236 فٹ) قطر کا ہے اور بغیر کسی ستون کے تعمیر ہوا ہے۔

گنبدوں کے اندرونی حصوں پر بڑی خوبصورت نقاشی بھی ہوتی ہے اور اکثر قرآنی آیات بھی لکھی جاتی ہیں۔ بعض گنبدوں میں شیشے لگے ہوتے ہیں جس سے روشنی بھی اندر آسکتی ہے۔ گنبد کی اندرونی نقاشی زیادہ تر گہرے نیلے، فیروزی یا سرخ رنگ میں کی جاتی رہی ہے کیونکہ یہ رنگ اونچے گنبدوں میں بھی گنبد کے نیچے کھڑے افراد کو بخوبی نظر آسکتے ہیں۔

مساجد میں مثلاً برصغیر میں مغلوں کی تعمیر کردہ مساجد، ایران، افغانستان اور وسطی ایشیا میں منگولوں اور صفویوں کی تعمیر کردہ مساجد، مراکش، تیونس، مصر وغیرہ میں تعمیر کردہ مساجد اور عراق اور دیگر عرب علاقوں کی مساجد سب ہی کے نقش و نگار ایسے ہیں جو صدیوں سے آب و تاب سے قائم ہیں۔ صحراء کی گرم ریتلی ہوا یا بارش ان رنگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔[2]

خاص اسلامی فن تعمیر کو مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے برتا جاتا تھا۔ اسلام کی ثقافت کی سب سے پہلی نشانی مسجد قرار پائی تھی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگوں کے اکٹھے ہونے، ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے اور مذہبی علم حاصل کرنے کا مقام تھی۔ بعد میں مساجد کے ساتھ مدرسے بنانے کا رواج ہوا۔ پھر علاج گاہیں اور اولیاء و شہداء کے مرقد و مزارات بنائے جانے لگے۔ اسلام سے وابستہ معماروں نے "مخفی تعمیرات" کے عمل کو بھی ترقی دی جہاں سادہ بلند دیواروں کے عقب میں فواروں، تالابوں، پھولوں اور سبزے سے مزین محلات تھے۔

اوائل میں مساجد سادہ ہوا کرتی تھیں۔ جامع مسجد کا نمونہ محمد صلعم نے مدینہ میں مسجد تعمیر کرکے دیا تھا جو بعد میں مسجد نبوی کہلانے لگی تھی۔ 660 کی دہائی میں بصرہ اور کوفہ میں بڑی بڑی جامع مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ جن میں ستون کھڑے کرکے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ کعبہ کی جانب محراب رکھی جاتی تھی۔ اس قسم کی مساجد عرب ملکوں میں بہت زیادہ ہیں۔

ساتویں صدی کے اواخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں محراب ہر مسجد کا اہم حصہ بن چکی تھی جس کو آیات اور بیل

---

[2] Ernest Toddhyam Richmond, Mutarjima Syed Mubarakuddin Rifat, Islami Fun-e-Taameer, 623-1615: Chand Asbab Aur Ilal, Aligarh: Anjuman Taraqqi Urdu, Hind, 1952, p. 55

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

بوٹوں سے سجایا جانے لگا تھا۔ بعد میں جامع مساجد میں محراب کے ساتھ سیڑھیوں والا منبر رکھا یا بنایا جانے لگا تھا جس پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطیب خطبہ دیتے ہیں۔ مسجد میں شمال کی جانب ایک مینار رکھا جانے لگا تھا جس پر چڑھ کر موذّن اذان دیا کرتے۔ سب سے پہلی مسجد جسے مزین کیا گیا تھا وہ 687 تا 691 میں یروشلم میں تعمیر کی گئی تھی، یہ اس جگہ تھی جہاں سے روایت کے مطابق پیغمبر اسلام معراج کو سدھارے تھے۔ اس مسجد کا آٹھ کونا بڑا سا گنبد تھا جسے قبۃالصحر کہا گیا تھا۔ یہ اسلامی فن معماری کی ابتدا تھی۔[3]

گیارہویں بارہویں صدی میں اسلامی دنیا میں اس طرح کی مساجد تعمیر کی جانے لگی تھیں۔ جن کا ایک بڑا سا محرابی در اور نماز کے لیے ہال ہوتا تھا۔ بعد میں ان مساجد سے ملحق مدرسے اور معالج گاہیں بنائی جانے لگی تھیں۔ کاروان سرائے، مکان اور محلات ان سے آگے ہوا کرتے تھے۔ ہال والی عمارتیں افریقہ کے مشرق اور مغرب کے بہت سے ملکوں میں مقبول ہوگئی تھیں۔ سولہویں سترویں صدی تک ایوان ہر یادگاری عمارت کا لازمی حصہ بن چکا تھا۔

یوں اسلام کی تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ میں اسلامی فن معماری نے عروج حاصل کیا۔ مسلمان دنیا کے ہر حصے کا اس کی ترقی میں اپنا ہی حصہ ہے جنھوں نے انسانوں کو حسین عمارات تحفہ کی ہیں۔

سب سے اہم ترین عبادت گاہ مسجد الحرام ہے جس کا ذکر تفصیل سے کیا جائے گا۔

581 عیسوی میں سیلاب اور دیگر جغرافیائی تبدیلیوں کی وجہ سے اکابر قریش نے عمارت کعبہ کی خستہ حالی کو دیکھتے ہوئے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور اسے اپنے پاک اور حلال مال سے اصل بنیادوں پر پھر سے استوار کر دیا گو کہ اس کی زیادہ تفصیلات میسر نہیں لیکن پھر بھی جو تفصیلات ملتی ہیں ان کی رو سے اس میں درج ذیل حصے رکھے گئے جن سے اس دور کی تعمیراتی رجحان کا اندازہ ہوتا ہے۔

میزاب رحمت: کعبہ کی چھت میں حطیم کی جانب ایک پرنالہ رکھا گیا تا کہ بارش کا پانی چھت سے نیچے گر جائے اور اس کی دینی، سماجی اور تمدنی حیثیت بھی پائی جاتی ہے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کے نیچے نہانے کی کیفیات پائی جاتی ہیں اور زمانہ اسلام میں بھی جس سے دین ابراہیمی اور اسلام کے مابین تاریخی اور تشریعی تسلسل کے ساتھ سماجی و تمدنی ارتباط بھی پایا جاتا ہے۔[4]

[3] Justin McGuiness (2003), Morocco Bare Aik Kitabcha, Pages: 560
[4] Al-Mu'afri, Abdul Malik Bin Hisham Bin Ayub Abu Muhammad, Seerat Ibn Hisham, Dar Al-Jeel – Beirut, 1st Edition, 1411H, 1:215

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

کعبہ کی مسقف عمارت مربع اور ایک زاویے پر حطیم کا حصہ نیم مدور شکل میں پایا جاتا ہے جبکہ تعمیر ابرہیمی میں حطیم کا یہ حصہ عمارت کعبہ کے مسقف حصہ میں شامل تھا اور شاید تعمیر ابراہیمی کا یہ حصہ جواب حطیم کے نام سے موسوم ہے اس کا باہر ہونا حکمت الہی اور مشیت الہی کے تحت ہے تاکہ خواہش مند حضرات اگر اندر نہ جا سکیں تو اس حصہ میں نماز پڑھ کر وہی سعادت حاصل کر سکیں۔[5]

بلکہ کچھ مورخین جیسا کہ شبلی نعمانی کی یہ رائے بھی ہے کہ ابتدائی طور پر کعبہ کی صرف چہار اطراف سے دیواریں ہی تھی اور وہ بھی قد آدم اونچی ان پر چھت نہ تھی جیسا کہ موجودہ دور کی عید گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔[6]

کعبہ کے ارد گرد کی عبادت گاہ مسجد حرام کے نام سے معروف ہے اور سفر معراج اسی سے ہوا تھا (سورۃ الاسریٰ) اور اسی مسجد حرام میں امن و سلامتی کے ساتھ حلق و قصر کر کے داخل ہونے اور عمرہ و حج کرنے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے (سورۃ فتح۔27) تحویل قبلہ کے پس منظر میں بھی اسی مسجد حرام کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔[7]

روایات سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام سے مراد ایک کھلا صحن تھا جو کعبہ کے چاروں اطراف کو محیط تھا اور اس جگہ کو پکا کر لیا گیا تھا اور اس میں نمازیں بھی پڑھی جاتی تھی اور طواف بھی کیا جاتا تھا[8]

اسی مطاف کے قرب وجوار میں اکابرین کی مسندیں لگتی تھی ان کا سماجی، تہذیبی اور تمدنی پس منظر تھا ان مجالس کو اندیہ کا نام دیا جاتا تھا تمام تمدنی اور سماجی معاملات یہاں بیٹھ کر طے کیے جاتے تھے[9]

اور کعبہ کے مدور حصے کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا تھا مقام حجر اسود، رکن یمانی[10]

اس کے علاوہ جو مساجد تعمیر کی گئی تھی ان کی عمومی تعمیر اس طرح تھی کہ کسی باڑے کو یا کھلی جگہ کو صاف کرنے کے بعد اس پر چھپر وغیرہ ڈال کر ان کو مساجد کی شکل دے دی گئی اور ان میں قبلہ کی تعیین کا نمایاں اظہار نظر آتا ہے۔

عہد رسالت میں مسجد نبوی کی تعمیر میں قبلہ ابتدائی طور پر بیت المقدس کی طرف تھا اس کی دیواریں پتھر کی تھی یا کچی

---

[5] Al-Bukhari, Muhammad Bin Ismail Abu Abdullah, Sahih Bukhari, Maktabah Islamia, Lahore, 2012, Kitab Al-Tafseer: Qalu Ittakhadh Allah etc., Muslim Kitab Al-Hajj, Bab Naqz Al-Kaaba Wa Bina'ha
[6] Naumani, Shibli, Seerat Un Nabi, Maktabah Islamia, Lahore, 2012, p. 144
[7] Al-Quran Al-Majeed, Surah Al-Baqarah, Ayahs 191, 196, 217,
[8] Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab Al-Maghazi, 3830
[9] Ibn Hisham, Seerat Ibn Hisham, Vol. 1, p. 180
[10] Ibn Hajar, Ahmad Bin Ali Bin Hajar Abu Al-Fadl Al-Asqalani, Fath Al-Bari, Dar Al-Ma'arifah – Beirut, 1379, 7:212

Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

اینٹوں کی برگ خرما کا چھپر کھجور کے ستون تھے فرش بالکل خام تھا بارش میں کیچڑ ہو جاتی تھی پھر بعد میں سنگریزوں کا فرش بنوایا گیا اور چھت پر بھی مٹی کا لیپ کر کے اسے موسم تغیرات سے محفوظ رکھنے میں مدد ملی۔ مسجد نبوی میں ستون جسے عربی میں اسطوانہ کہا جاتا ہے بھی موجود تھے[11] اس کے علاوہ دروازے کم سے کم دو کا ذکر تو ابتدائی تعمیر میں بھی ملتا ہے ایک مردوں کے لیے اور دوسرا عورتوں کے لیے لیکن کچھ سیرت نگاروں نے تین دروازوں کا بھی ذکر کیا ہے[12]
مسجد کا اسلامی معاشرت میں بہت اہم حصہ ہے اور مختلف سیرت نگاروں نے ان مساجد کا ذکر کیا جیسا کہ ابن ہشام میں مدینہ سے تبوک کے راستے میں 17 مساجد کا ذکر کیا[13] بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مکہ المکرمۃ اور مدینہ منورۃ کے درمیان مساجد کا ذکر بھی کیا۔[14]

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی صفہ کا ذکر بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی شمالی جانب ایک صفہ بھی بنوایا تھا صفہ کی وضاحت ہمیں شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النبی میں تفصیلی مل سکتی ہے۔[15]

اس کے علاوہ مسجد میں عمومی طور پر صحن اور محراب کا ذکر بھی ملتا ہے۔[16]

جنازہ گاہ:

جنازہ گاہ کا شمار ایک اسلامی ادارہ کے طور پر بھی ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کے فوت شدگان کے آخری مراحل طے ہوتے ہیں اور یہ ایک سماجی ضابطہ بھی ہے لیکن اس کی ابتدائی صورت حال اس طرح تھی کہ فوت شدہ فرد کو اس کے گھر کے پاس ہی باہر رکھ دیا جاتا اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور نماز جنازہ ادا فرماتے لیکن بسا اوقات تاخیر کی وجہ سے کچھ لوگوں نے یہ حل نکالا کہ میت کو مسجد نبوی کے پاس ایک جگہ میں لا کر رکھنے لگے اور پھر وہ جگہ خاص ہو گئی اس طرح اس جگہ کا نام موضع الجنائز پڑ گیا۔[17] امام ابن بطال کے مطابق مسجد نبوی کی مشرقی

---

[11] Al-Bukhari, Muhammad Bin Ismail Al-Bukhari, Kitab Al-Salah, Bab Hal Tunbash Quboor, Wa Bab Bunyan Al-Masjid etc.
[12] Kandhlavi, Muhammad Idris, Seerat Al-Mustafa Sallallahu Alaihi Wasallam, Al-Taf & Sons, Karachi, Vol. 1:427
[13] Ibn Hisham, Seerat Ibn Hisham, Vol. 2:482, 2:530
[14] Ibn Hajar Al-Asqalani, Fath Al-Bari, Al-Maktab Al-Ilmiyah, Beirut, 1999, Vol. 1:733
[15] Shibli Naumani, Seerat Un Nabi, Vol. 1:292
[16] Abu Dawood, Sulaiman Bin Al-Ash'ath Al-Sijistani, Sunan Abu Dawood, Dar Al-Fikr, Beirut, 2000, Kitab Al-Salah, 521
[17] Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab Al-Jana'iz, Hadith 1329

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

جانب متصل جگہ جنازہ گاہ تھی[18] جنازہ گاہ کی ابتدائی تعمیری شکل تو موجود نہیں تھی لیکن کچھ عرصہ کے بعد چار دیواری کر دی گئی تھی۔

ذاتی رہائش: رہائشی کمرے، احاطہ، روشندان، اوطاق، سقیفہ، پرنالہ، کوٹھری، کانس یا مہتابی طاقچہ، بیٹھک، دروازہ (تکنیک، چول پر قائم، دہلیز، اقسام دوپٹ والے۔ ایک پٹ والے، زنجیر، قفل) پردے، بیت الخلا

مکانات کی سہ گانہ تقسیم: یک منزلہ، دو منزلہ:

عہد رسالت کے حوالے سے متعدد مرویات واحادیث جو مختلف عناوین کے تحت بیان کی گئی ہیں ان میں غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی رہائش کی غرض سے جو جگہیں تعمیر کی جاتی تھی ان کے باقاعدہ تعمیری پہلو پائے جاتے ہیں اور ان میں فنی جہات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر ان رہائش گاہوں کی سماجی اعتبار سے تقسیم کی جائے تو اس دور میں مکانات کی تین اقسام ملتی ہیں

۱۔ اعلی طبقات کے مکانات

۲۔ متوسط طبقہ کے مکانات

۳۔ غرباء اور مساکین کے جھونپڑے

جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس تقسیم کی بنیاد میں تمدنی کیفیت سے زیادہ عمل دخل اقتصادی و معاشی اسباب کا ہے۔ البتہ ان کی تعمیری اور فنی پہلوؤں کا اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ رہائشی کمرے: جو کہ اصل مکان کی حیثیت رکھتے تھے اور یہ ایک سے زائد ہوتے تھے اور اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے سربراہ کا الگ سے کمرہ ہوتا تھا اور بالغ بچوں کے لیے الگ الگ کمرے ہوا کرتے تھے بسا اوقات مشترکہ خاندانی طرز رہائش کی کیفیات بھی ملتی ہیں کہ ایک ہی احاطہ میں ایک سے زائد خاندان سکونت پذیر ہوا کرتے تھے

۲۔ رہائشی کمروں سے آگے ایک احاطہ یا صحن ہوا کرتا تھا اور یہ حصہ غیر مسقف اور بلا تعمیر ہوتا تھا اور اسی احاطے یا صحن سے باہر آنے جانے کا راستہ بھی رکھا جاتا تھا اور بعض احادیث میں اسے بیرونی حصہ بھی کہا جاتا ہے اس کی سب سے معروف مثال ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے ملتی ہے جہاں آپ نے گھر کے احاطے میں ہی ایک

[18] Ibn Hajar, Fath Al-Bari, Vol. 3:254

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

مسجد تعمیر کر لی تھی۔اور مدنی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے جو ایک ہی قطار میں اور صفہ سے کچھ ہٹ کر پائے جاتے تھے اور بعض سیرت نگاران کی لمبائی چوڑائی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ حجرے 10،10 ہاتھ لمبے اور چوڑے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی ان احادیث سے اس امر کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں قیام اللیل کا ذکر ملتا ہے[19] گویا کہ 15 یا 20 مربع فٹ سائز کے کمرے تھے۔ان تمام حجروں میں ایک بات مشترک تھی کہ دو دو دروزے تھے ایک دروزہ صحن مسجد میں کھلتا تھا اور دوسرا دروازہ مخالف سمت باہر جانے کے لیے اور عمومی طور پر اسی سمت صحن یا احاطہ کا ذکر ملتا ہے اور اسی جگہ کبھی کبھار آپ قیام اللیل بھی ادا کرتے تھے[20] اور یہ جانب بقیع الغرقد کی طرف تھی البتہ مسجد کی سمت میں ان حجروں کے دروازے یا کھڑکیاں کھلتی تھی اور ان کھڑکیوں کو حدیث میں خوخہ کہا گیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق خوخہ ایک چھوٹا سا ایک پٹ کا دروازہ ہوتا تھا یا بغیر دروازہ کے اس پر پردہ ہوتا تھا جہاں سے ایک وقت میں ایک شخص گرز سکتا تھا اس قسم کی گزرگاہیں یا خوخہ ہمیں دیہاتوں میں دو گھروں کے مابین عمومی طور پر نظر آتے ہیں[21] اور یہ حجرے عمومی طور پر یک منزلہ تھے لیکن ان کی اونچائی کافی تھی جو غالبا موسم سے بچاو کے لیے کارفرما ہوتی ہو گی لیکن حدیث میں کم از کم ایک ایسے کمرے کا ذکر ملتا ہے جسے بالا خانہ کہا جا سکتا ہے جو کہ چھت پر تعمیر کروایا گیا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ ایلا کے دوران قیام فرمایا تھا یعنی اس میں اتنی گنجائش تھی کہ ایک فرد اس میں بآسانی رہ سکے۔بلکہ واقعہ ایلا کو غور سے پڑھا جائے تو اسی کمرے میں چٹائی (حصیر) کا ذکر بھی ملتا ہے جسے ہم قالین کے ایک ٹکڑے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔[22] اور سنن ابو داود کی ایک حدیث کے مطابق تو اس کمرے کو مقفل بھی کیا جا سکتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عارضی طور پر ترتیب دیا گیا ٹھکانہ نہیں بلکہ مستقل ایک کمرا تھا۔[23]

کمروں کے دروازوں پر پردوں کا رجحان بھی تھا جو پردہ داری کے لیے استعمال ہوتے تھے جیسا کہ کچھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے رنگین پردے لٹکائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا۔

اس کے علاوہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے روشندان کا ذکر بھی ملتا ہے گو کہ اس کا اصل مقصد تو روشنی یا ہوا

---

[19] Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab Al-Salah, Hadith 698
[20] Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab Mawaqit Al-Salah, Hadith 522
[21] Ibn Hajar Al-Asqalani, Fath Al-Bari, Vol. 1:722
[22] Bukhari, Sahih Bukhari, Kitab Al-Mazalim, Bab Al-Ghurfah Wa Al-Uliyyah Al-Musharrafah, Hadith 2335
[23] Abu Dawood, Sunan Abu Dawood, Hadith 5238

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

کا آنا ہو سکتا ہے لیکن اس میں بسا اوقات حسب ضرورت سامان یا مال بھی رکھا جاتا تھا اور اسماء بنت ابی بکر نے بعد از ھجرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی جگہ سے ایک پوٹلی اپنے دادا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو نکال کر دی تھی جنہیں یہ احساس ہوا تھا کہ ابو بکر سب کچھ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔[24]، [25]

یہ دروازے مکانات کے اگلے حصے میں رکھے جاتے تھے اور ان کا ذکر تو قرآن مجید کی مختلف آیات میں بھی کسی نہ کسی سماجی یا تشریعی پس منظر کے ساتھ آیا جیسا کہ سورۃ یوسف آیت 23 میں ہے وغلقت الابواب۔

لیکن اس میں تشریعی حوالے سے بات اہم ہے وہ یہ کہ انصار مدینہ کا سابقہ طریقہ تو یہ تھا کہ جب وہ حج کر کے واپس آتے تو گھروں کے دروازوں سے واپس نہیں آتے تھے بلکہ پچھلے حصہ سے داخل ہوتے تھے سورۃ البقرۃ 189 میں اسی طرف توجہ دلا کر اس سے منع کیا گیا۔ لہذا ایسی احادیث میں تعمیرات اور فن تعمیر کے اعتبار سے باب اور دریچہ استعمال ہوتا ہے۔ دیوار میں دروازہ رکھنے کی تکنیک کا تعلق فن تعمیر سے ہے اور اس کے دو طریقے نظر آتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ خالی دیوار ہو احاطہ، باغ اور ان کے اوپر چھت نہ ڈالی جائے تو دیوار میں مناسب شگاف رکھ کر دروازہ لگا دیا جاتا ہے۔

اور دوسرا اونچی دیواروں پر چھت ڈالی جائے اور ان میں دروازے رکھے جائیں تو دروازے کے شگاف کے اوپر بھی تعمیر جاری رہتی ہے اور خالی جگہ کے اوپر دیوار کھڑی کرنے کے لیے دروازے کے اوپر ایک شہیتر رکھ دیا جاتا ہے اور اس شہیتر کے اوپر کچی اینٹوں مٹی اور گارے سے چنائی کر دی جاتی ہے اور بعض اوقات مٹی اور گارے کی جگہ پتھر بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ کعبہ اور مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر میں ان میں سے ایک تکنیک کو استعمال کیا گیا ہے یا تو لکڑی کے شہیتر جیسا کہ کعبہ کی دوسری تعمیر قریش میں رومی جہازوں کے تختوں کے خریدنے اور عمارت میں استعمال کرنے کا ثبوت ملتا ہے یا پتھروں کی لمبی سلوں کو استعمال کیا گیا۔ ان دروازوں کو اندر یا باہر کھولنے کے لیے کسی نہ کسی چول پر قائم کیا جاتا تھا خواہ وہ لکڑی کی ہو یا لوہے کی۔ بالخصوص آہنی دروازوں کے لیے مضبوط چولوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ اور ان دروازوں کے سامنے نیچے والا حصہ دہلیز کہلاتا ہے اور اس عہد رسالت میں ہمیں چوبی تختہ یا شہیتر نما موٹے ٹکڑے استعمال کیے جاتے تھے اور احادیث میں انہیں اسکفۃ الباب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

---

[24] Ibn Hisham, Seerat Ibn Hisham, Vol. 2:102, Dar Al-Fikr, Beirut
[25] Tafseeli Saakht In Hijraton Ki: Lambai Aur Chorai, Shibli Naumani, Vol. 1:281-282, Idris Kandhlavi, Vol. 1:430

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

دروازے اپنی بناوٹ کے اعتبار سے دوپٹوں والے ہوا کرتے تھے ان کے لیے حدیث میں مصراعین کا صیغہ تثنیہ آتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں پٹ مخالف سمتوں میں دیواروں میں بھاری چوکھٹوں میں لگائے جاتے تھے مساجد میں عمومی طور پر دوپٹوں والے دروازے ہی استعمال کیے جاتے تھے۔[26] اس کے علاوہ ایک پٹ والے بھی دروازے جو عموما چھوٹے اور کم طول وعرض والے ہوتے تھے۔البتہ ایک چیز کا اہتمام ضرور ملتا ہے ان دروازوں میں ایک اطلاعی گھنٹی جسے زنجیر کی صورت میں دروازے پر لٹکایا جاتا تھا اور بسا اوقات یہی زنجیر دروازوں کی دونوں جانب لگائی جاتی تھی اور اسی کے ذریعے دروازے بند رکھنے میں مدد بھی ملتی تھی اور آنے والا اس کو دروازے سے بجا کر اپنی آمد کا اعلان بھی کرتا تھا۔

اور اس کے علاوہ ان دروازوں پر قفل کا ذکر بھی ملتا ہے زیادہ تر سرکاری عمارتوں میں اس کا اہتمام نظر آتا تھا لیکن نجی طور پر بھی اس کا ذکر کہیں کہیں ملتا ہے جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذاتی گودام میں قفل کا ذکر ملتا ہے۔[27]
اس کے علاوہ حجروں کے مابین بھی کھڑکیوں کا تصور ملتا ہے۔عائشہ و فاطمہ رضی اللہ عنھما کے مکانوں کی اندرونی دیواروں میں بھی اسی قسم کے دریچے یا روشندان پائے جاتے تھے جس سے باہمی گفتگو میں آسانی رہتی تھی اور یہ بات واضح رہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کا یہ حجرہ ان کی شادی سے قبل کا ہے کیونکہ بعد میں تو وہ منتقل ہو گئی تھی۔[28]
مخدع: یعنی کوٹھری یا گودام جو بڑے کمرے کے اندر ہو سیرت ابن ہشام کے معروف محشی محمد محیی الدین نے اسے گھر کے اندرون خانہ میں ایک مستقل کمرے کی صورت بیان کیا ہے ای البیت یکون فی جوف البیت۔اس معاملے میں عمر بن الخطاب کے قبول اسلام کے بارے میں بھی ایک معروف روایت کے مطابق جب آپ اپنی بہن اور بہنوئی کے قبول اسلام کا سن کر ان کے گھر آتے ہیں تو ان کے معلم خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو اسی اندرونی کوٹھری میں چھپا دیا گیا تھا۔[29]

بیٹھک:

سیدنا ابو ذر غفاری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنھما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کے ساتھ

---

[26] Siddiqi, Professor Dr. Yaseen Mazhar, Ghazwat-e-Nabawi Sallallahu Alaihi Wasallam Ke Iqtisadi Pehlu, Mushtaq Book Corner, 2007, p. 58
[27] Ibn Sa'd, Al-Tabaqat Al-Kubra, Dar Al-Ilm, Beirut, 1999, Vol. 3:213
[28] Ibn Majah, Muhammad Bin Yazid Al-Qazwini Abu Abdullah, Sunan Ibn Majah, Dar Ihya Al-Kutub Al-Arabiyyah, Bab Al-Waleemah, Hadith 1191
[29] Ibn Hisham, Seerat Ibn Hisham, Vol. 1:366

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

بیٹھتے تھے اس دوران کوئی اجنبی آتا تو وہ آپ کو نہ پہچان سکتا تھا تو دریافت کرنے پر بتایا جاتا تو اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ کے لیے ایک مقام مجلس بنادیں تاکہ اجنبی لوگ بھی پہچان لیا کریں۔[30]

تو اس روایت سے بیٹھک کا ذکر ملتا ہے کہ صحابہ کرام آپ کے گھر پر جب ملنے آتے تھے تو وہاں ایک جگہ کو مختص کر دیا گیا

سقیفہ:

اس کے علاوہ سقیفہ جسے ہم آج کل کے دور میں مہمان خانہ یا چوپال کہہ سکتے ہیں اس کا ذکر بھی ملتا ہے سیرت میں سب سے مشہور سیقفہ بنی ساعدہ ہے اسی چوپال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا تھا۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ کا ذکر قیام خلافت کے حوالے سے تو روایات میں کثرت کے ساتھ آتا ہے لیکن اور اس کی ساخت کے بارے میں صرف اتنا ملتا ہے کہ یہ ایک سایہ دار یا سائبان نما چبوترہ ہی ہوتا تھا یا چھپر والا احاطہ جو کھلے دروازوں پر مشتمل ہوتا تھا جہاں عمومی طور پر شام کے اوقات یا بوقت فرصت اکابر جمع ہو کر روز مرہ کے مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ یہ تفریحی مرکز بھی تھا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ مکہ المکرمہ کے دارالندوۃ سے بالکل الگ شکل وصورت تھی[31] اور مرویات سیرت سے یہ بھی علم ملتا ہے کہ ہر قبیلہ یا خاندان کا الگ سے سقیفہ ہوتا تھا جو کہ مجالس عامہ اور خاصہ کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔

بسا اوقات یہ سقیفہ مکان سے بالکل الگ ہوتا تھا کبھی کبھار متصل ہوتا تھا اسی مفہوم میں بطور مہمان خانہ بھی استعمال ہوتا تھا۔

پرنالہ یا میزاب:

مکانات کی چھتوں سے متصل پانی کی نکاسی کے لیے پرنالہ یا میزاب لگایا جاتا تھا یہ عمومی طور پر لکڑی یا لوہے کا ہوتا تھا اور کبھی کبھار پکی مٹی کا بھی ہوتا تھا اس طرح کے ایک میزاب رحمت کا ذکر ہمیں کعبہ کی چھت میں شمالی جانب یعنی حطیم کی طرف ایک پرنالہ لگایا گیا تھا۔ واقدی نے مسجد ضرار جو منافقین نے بطور سازش بنائی تھی اس میں بھی میزاب

[30] Abu Dawood, Sunan Abu Dawood, Kitab Al-Iman Wa Shara'i'ah, Sifat Al-Iman Wa Al-Islam, Hadith 4698
[31] Ibn Hajar Al-Asqalani, Fath Al-Bari, Vol. 5:136

ضرار کاذکر کیاہے۔[32]

میزاب اختلاف ایک حدیث میں دو صحابہ کے مابین ان کے گھروں کے پرنالے کی سمت پر اختلاف ہو گیا تھا اس کا ذکر بھی احادیث میں آتاہے۔

بیت الخلاء:

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام کا بیت الخلا جانے کا کثرت سے ذکر آتاہے۔بیت الخلاء اس دور کی تعمیرات میں دو قسم کے تھے ایک تو کھلے میدان میں رہائشی علاقوں سے دور حاجت پوری کرنے کے لیے جانے کا رواج تھا انہیں عمومی بیت الخلاء کے نام سے یاد کیا جاسکتاہے لیکن اس میں یہ واضح رہے کہ آبادی سے دور پائے جاتے ہیں یعنی اتنا دور کہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا تاکہ بے پردگی نہ ہو اور عام لوگوں کو کوئی پریشانی نہ ہو۔اور کبھی کبھار جھاڑی کے درمیان یا کسی اونچی جگہ کی ڈھلان پر پر فارغ ہونا معمولات نبوی میں سے ہے۔اس طرح کے مثالیں احادیث میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

اور دوسری قسم کے بیت الخلاء گھروں کی بیرونی سمت تعمیر کیے جاتے تھے اور یہ بیت الخلاء کسی چار دیواری یا احاطہ کے اندر بھی پائے جاتے تھے۔جیساکہ سنن ابوداود باب الاستبراء من البول حدیث 22 وغیرہ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسااوقات گھر کے کسی حصہ میں ہی رفع حاجت فرمائی لیکن اس کی کوئی باقاعدہ چار دیواری نہیں تھی بلکہ سنن ابوداود کی ایک حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چوبی پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا ہوا ہوتا تھا اور رات میں پیشاب کی حاجت اس میں پوری کی جاتی تھی[33] اور کبھی کبھار گھر کی چھت پر بھی ایک کنارے دو اینٹیں اس مقصد کے لیے رکھی تھی[34] لیکن صحیح بخاری میں واقعہ افک سے متعلقہ حدیث میں پختہ بیت الخلاء کا ذکر بھی ملتاہے[35] اور ان بیت الخلاء کو کنیف کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔

اور سب سے اہم پہلو یہ م؛لتاہے کہ خاص تقریبات کی مناسبت سے عارضی بیت الخلاء کا بیان بھی روایات میں ملتاہے

---

[32] Al-Waqidi, Muhammad Bin Umar Bin Waqid Al-Sahami Abu Abdullah, Al-Maghazi, Dar Al-Ilmiyah, Beirut, 3rd Edition, 1409/1989, p. 1048
[33] Abu Dawood, Sunan Abu Dawood, Bab Al-Rajul Yabool Bil-Lail Fi Al-Ina', Hadith 24
[34] Al-Qushairi, Muslim Bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim, Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi, Beirut, Kitab Al-Taharah, Bab Al-Istibbah, Hadith 264
[35] Ibn Hajar Al-Asqalani, Fath Al-Bari, Vol. 7:528

Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

جس میں حج کے حوالے سے بنائے گئے بیت الخلاء اہم ہیں[36]

سابقہ سطور کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے:

۱۔ گھر کی تعمیر کا بنیادی ڈھانچہ حسب ضرورت اور تمدنی کیفیات کو مد نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے لیکن ہر نقشہ میں جو چیزیں مشترک ہیں ان میں سے سب سے اہم گھر کے سربراہ کا ذاتی کمرہ اور اس کے علاوہ بالغ بچوں کے لیے الگ الگ کمرے پائے جاتے ہیں۔

۲۔ کمروں میں کھڑکیاں رکھی جاتی ہیں اور ان کا اصل مقصد روشنی اور ہوا کی آمد و رفت تھا۔

۳۔ کمروں میں دروازے جس میں نجی زندگی کا تحفظ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اور پردوں کا رواج بھی پایا جاتا تھا۔

۴۔ گھر میں صحن یا احاطہ کا بھی ہے جو ذاتی کمروں کے سامنے تعمیر کیے جاتے تھے گھر سے باہر آنے جانے کے لیے اسی صحن کی بیرونی سمت پر دروازہ لگایا تھا

۵۔ ایک مہمان خانہ بیرونی سمت صحن کی خارجی سمت جس کا تعلق گھر کے اندرونی حصے سے نہیں ہے۔

۶۔ عمومی چوپال جو گھر سے باہر ایک چبوترہ کی صورت میں یا غیر مسقف چھپر کے ذریعے پایا جاتا ہے۔

۷۔ ان تفاصیل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ مکانات بہت طویل اور وسیع و عریض ہوا کرتے تھے امام ابو داود بنو نجار کی ایک خاتون کی حدیث کا ذکر کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے سامنے سب سے طویل گھر میرا تھا[37](37)اور اسی طرح ایک انصاری خاتون کے مکان میں بنو قریظہ کے قیدیوں کے رکھنے کا ذکر بھی ملتا ہے اور مختلف روایات میں ان کی تعداد ڈھائی سو سے نو سو تک بتائی جاتی ہے یعنی کم از کم ڈھائی سو تو تھی اور ان خاتون کا گھر اتنا وسیع تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں قیدی رکھے گئے تھے[38]اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مکان جو بقیع کے قریب واقع تھا بلکہ باہر سے وفود کی آمد کی صورت میں انہیں ان کے مکان میں ہی ٹھہرایا جاتا تھا۔

۸۔ کثرو بیشتر مکانات تو ایک منزلہ ہی ہوا کرتے تھے جن کی تفاصیل بیان کی گئی لیکن اس سے ہٹ کر کچھ مکانات دو منزلہ بھی تھے جیسا کہ ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ خاصا وسیع اور دو منزلہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نچلی منزل میں بعض اوقات آکر رکتے تھے جس کا ذکر اس مشہور واقعہ میں ملتا ہے ایک دن اتفاق سے

---

[36] Al-Waqidi, Al-Maghazi, p. 111
[37] Abu Dawood, Sunan Abu Dawood, Kitab Al-Salah, Bab Al-Adhan Fawq Al-Manarah, Hadith 392
[38] Ibn Hisham, Seerat Ibn Hisham, Vol. 3:261

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

بالائی منزل میں پانی کا ایک برتن ٹوٹ گیا اب اندیشہ تھا کہ پانی بہہ کر نچلی منزل کو متاثر نہ کرے اس پر اکلوتا لحاف اس پانی پر ڈال دیا گیا تاکہ پانی نیچے نہ جائے۔

اسی طرح صحیح مسلم کتاب الفتن باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ حدیث 40 تا 41، میں ابو سریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل پر قیام پذیر تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ تشریف لائے الخ۔۔۔

۹۔ ان مکانات کی تعمیر و مرمت کے لیے باقاعدہ روایات کا ذکر ملتا ہے کعبہ کی کی تعمیر اس ضمن میں کی گئی تھی کہ سابقہ عمارت خستہ حالی کی وجہ سے دوبارہ تعمیر کی گئی۔ مساجد کے علاوہ عام مکانات کی تعمیر و مرمت کے ذریعے اس دور کے سماجی رویوں اور تمدنی زاویوں کی منظر کشی کرتے ہیں جس میں کچھ کے ذریعے دینی رجحانات کا اندازہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ درج ذیل واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ مشہور مورخ ابن الاثیر اسد الغابۃ میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکان کی مرمت کرنے کا واقعہ بعض عینی شاہدوں کے بیان پر پیش کیا۔[39]

اس طرح عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم اپنے جھونپڑے کی مرمت کر رہے تھے۔[40]

10۔ بیت الخلاء کے حوالے سے عمومی طور پر جتنی بھی روایات ملتی ہیں ان کا تعلق مدنی دور سے ہی ہے اور عائشہ رضی اللہ عنھا کا یہ کہنا کہ ہم بدوی قوم گھروں کے قریب یا اندر بیت الخلاء ناپسند کرتے تھے اور قضائے حاجت کے لیے باہر جایا کرتے تھے لیکن استقبال و استدبار قبلہ کی احادیث تو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ پختہ بیت الخلاء تعمیر کیے جاتے تھے جو محض رفع حاجت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اور اس کے علاہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدیں بنا کر وہاں طہارت خانہ تعمیر کرنے کی ہدایت جاری کی، اسلام کے عمومی مزاج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد گھر گھر غسل خانے بن گئے۔ ہر مسجد کے ساتھ طہارت خانہ تعمیر کیے گئے۔[41]

تعمیر و مرمت مکانات کے اوزار و آلہ جات: کدال، بیلچہ، کلہاڑی، چھری، اوزان:

---

[39] Ibn Al-Atheer, Asad Al-Ghabah, Dar Al-Ilm, Beirut, 1998, Vol. 1:368
[40] Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab Al-Zuhd, Bab Al-Binaa Wa Al-Kharab, Hadith 4160
[41] Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab Al-Zuhd, Bab Al-Binaa Wa Al-Kharab, Hadith 4160

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

گھروں کی تعمیر کے لیے مختلف اوزاروں کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے جن میں سے کچھ تو موجودہ اوزار سے مکمل مشابہت رکھتے ہیں اور کچھ میں فرق پایا جاتا ہے ان اوزار میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

کدال: کدال عموی طور پر پتھر توڑنے اور زمین کھودنے کے کام آتی ہے اس کا اصل کار گر حصہ بالعموم لوہے کا ہوتا ہے جو دونوں اطراف سے نوکیلا ہوتا ہے اور اس کی شکل نیم ھلالی ہوتی ہے۔ اولین تعمیر کعبہ میں ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کدال کا استعمال کیا تھا۔ اسی طرح زمزم کا کنواں جب عبد المطلب نے دریافت کی تو اس میں بھی انہوں نے کدال کا استعمال کیا (ابن ہشام، 1:211) اور مدنی زندگی میں بطور خاص 5 ھجری میں مدینہ منورہ کی شمالی سمت طویل و عریض خندق کھودی گئی تھی اس میں تو کدال کے علاوہ دوسرے اوزاروں کا ذکر بھی ملتا ہے ان کا ذکر کتب سیرت میں غزوۃ خندق کے ذیل میں مل سکتا ہے۔

بیلچہ: کدال کے علاوہ بیلچہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو سخت چٹانوں کو توڑنے کے لیے استعمال ہوتا ہے[42]

کلہاڑی: گھروں کی تعمیرات میں لکڑی کا استعمال اس دور میں عام تھا لہذا سب سے اہم ترین اوزار کلہاڑی ہی تھا جس سے لکڑی کے بڑے بڑے ٹکڑے جنگل سے کاٹ کر لائے جاتے تھے اور پھر چھوٹے اوزاروں سے اس کو حسب ضرورت ڈھال لیا جاتا تھا۔

جیومیٹری کا استعمال:

ابتدائی تعمیرات کی عمارتوں میں نقش و نگاری کے دوران جیومیٹری کے ایسے اصولوں کا استعمال کیا گیا تھا جو مغربی ریاضی دانوں نے بظاہر کئی صدیوں کے بعد دریافت کیے

محققین کو پندرہویں صدی کی اسلامی تعمیرات میں ایسے شواہد ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرون وسطی کے کاریگروں کو ریاضی کے مشکل ترین فارمولوں پر عبور حاصل تھا۔ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے محقق پیٹر لو کی اسلامی آرٹ میں دلچسپی اس وقت پیدا ہوئی جب ازبکستان کے دورے پر انہوں نے ایک سولہویں صدی کی اسلامی عمارت میں دس ضلعی ڈیزائن کی ٹائلیں نصب دیکھیں۔ پیٹر لو نے اسلمای فن تعمیر پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ِ وہ لوگ اس زمانے میں ریاضی کے ان اصولوں پر اتنی عمدہ ٹائلیں بناتے تھے جن اصولوں سے ہم بیس یا بائیس سال پہلے بالکل ناواقف تھے۔ اسلامی ڈیزائن میں کواسی کرسٹلائن جیومیٹری کے تحت کثیر الاضلاعی اشکال کا استعمال اس انداز میں کیا

42 Bukhari, Kitab Al-Maghazi, Ghazwah Khandaq, Hadith 4100

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

گیاہے کہ ڈیزائن کو لا محدود حد تک بڑھایا جاسکتا ہے فن تعمیر میں اس عمل کو گرہ کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے اب تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ اسلامی ڈیزائن میں ستارے اور کثیر الاضلاع شکلیں سیدھے پیمانوں اور قطب نما دائروں کے ذریعے آڑھی ترچھی لکیروں کے کھینچنے کے بعد وجود میں آتی ہونگی۔[43]

توسیع شہر:

ابتدائی انفرادی تعمیرات کے بعد اجتماعی تعمیرات کے حوالے اگر بات کی جائے تو صورت حال کچھ اسی طرح سامنے آتی ہے: ابتدائی آبادکاری برائے مہاجرین: مدینۃ الرسول، ایک لحاظ سے "مہاجر بستی" تھی، گو سارے مہاجر وہاں اقامت نہ رکھتے تھے۔[44]

یہ ممکن ہے کہ جب مدینہ کی آبادی بڑھی ہو تو مکانات اور تعمیرات کا سلسلہ پھیل کر عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں قریب کی آبادیوں بنی ساعدہ، بنی النجار وغیرہ سے مل گیا ہو، ورنہ پالیسی یہ تھی کہ مدینہ کی کالونی میں صرف مہاجرین کو بسایا جائے کیونکہ عوالی میں رہنے والے بنو سلمہ نے جب مدینہ آکر آباد ہونے کی درخواست کی تو آپ نے اسے نامنظور کر دیا اور انھیں اپنے قریہ ہی میں رہنے کی ہدایت کی۔

نوآبادی اسکیم کا یہ بھی ایک اہم حصہ تھا کہ اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر مدینہ آنے والے لٹے پٹے، بے سروسامان اور بے یارو مددگار مہاجروں کے قافلوں کو جائے رہائش سرکاری طور پر فراہم کی جائے؛ بلکہ ان نوواردوں کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا جاتا اور ان کے کھانے اور دیگر ضروریات کا انتظام بھی سرکاری طور پر کیا جاتا، بعد میں ان لوگوں کو مستقل رہائش کے لیے جگہ یا مکان مہیا کرنا بھی حکومت کا فرض تھا گویا مہاجرین کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی اسلامی حکومت کی ذمہ داری تھی۔

مہاجرین کی عارضی رہائش کا انتظام مسجد کے اندر کیمپ لگا کر یا صفہ میں کیا جاتا، اگر مہاجرین کی تعداد زیادہ ہوتی یا قافلہ پورے قبیلہ پر مشتمل ہوتا تو انھیں عموماً شہر کے باہر خیموں میں ٹھہرایا جاتا؛ تاآں کہ مستقل رہائش کا معقول انتظام نہ ہو جاتا، آبادکاری کے دو طریقے اختیار کیے گئے اولاً یا تو کسی ذی ثروت انصاری مسلمان کو کہہ دیا جاتا کہ وہ ایک مہاجر کی

---

[43] Ernest Toddhyam Richmond, Mutarjima Syed Mubarakuddin Rifat, Islami Fun-e-Taameer, 623-1615: Chand Asbab Aur Ilal, Aligarh: Anjuman Taraqqi Urdu, Hind, 1952

[44] Ibn Sa'd, Abu Abdullah Muhammad Bin Sa'd, Al-Tabaqat Al-Kubra, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyah – Beirut, 1st Edition, 1410H/1990

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

رہائش کا اپنے ہاں انتظام کر لیں؛ مگر خیال رہے کہ صرف شروع کے ایام میں ایسا کیا گیا جبکہ اسلامی ریاست صحیح طرح صورت پذیر نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی منظم تھی۔

مہاجروں کو ٹھہرانے کے لیے عموماً بڑے بڑے مکانات تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ مکانات کئی کمروں پر مشتمل تھے، ایک کمرہ ایک خاندان کو دیا جاتا؛ البتہ ایسے مکانات میں باورچی خانہ وغیرہ مشترکہ ہوتا، اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی کالونی میں سرکاری طور پر علٰحدہ رہائش کے لیے جو مکانات بنوائے وہ تین کمروں کے تھے۔[45]

تعمیرات کا سلسلہ ایک عرصہ تک تواتر کے ساتھ جاری رہا، یہاں تک کہ بنی قینقاع کے اخراج (۳ھ ء) کے بعد مکانات کی خاصی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ آجانے کے سبب رہائشی قلت بہت حد تک دور ہو گئی، مگر یہ مسئلہ ختم نہ ہوا؛ کیوں کہ رہائشی سہولتوں کے مقابلہ میں نوواردوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا؛ اس لیے ۲ھ ء (بنو قریظہ کی فتح) تک یہ مسئلہ سنگین نوعیت کا تھا، اس کے بعد اسلامی حکومت کی آمدنی کے وسائل بھی پیدا ہو گئے، مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی کسی قدر سنبھل گئی، یہودیوں کے بہت سے مکانات بھی مل گئے، لہٰذا معاملہ کی سنگینی بڑی حد تک کم ہو گئی؛ تاہم آبادکاری کا کام فتحِ مکہ اور اس کے بعد بھی جاری رہا، فتح کے ساتھ ہی چونکہ ہجرت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہو گیا، اس لیے مدینہ میں مہاجرین کی آمد کا سلسلہ رک گیا؛ تاہم کئی لوگ فتحِ مکہ کے بعد بھی مدینہ میں آکر آباد ہوئے اور حصولِ تعلیم وغیرہ کے لیے آنے والوں کا بھی تانتا بندھا رہا۔[46]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اواخر میں مدینہ کا شہر مغرب میں بطحا تک، مشرق میں بقیع الغرقد تک، اور شمال مشرق میں بنی ساعدہ کے مکانات تک پھیل چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب وہاں مزید مکانات تعمیر کرنے سے روک دیا، شہری منصوبہ بندی کے ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام زبردست اہمیت کا حامل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں، جنھیں جدید صنعتی شہروں کے اخلاق باختہ اور انتشار انگیز معاشرہ کا قریبی مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرِ نو (مدینہ) کو ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہونے دیا، اور اس شہر کی زیادہ سے زیادہ حد (۵۰۰) پانچ سو ہاتھ مقرر کی، اور فرمایا کہ شہر کی آبادی اس حد سے بڑھ جائے تو نیا شہر بسائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بھی اس اصول پر عمل کرتے ہوئے دو اقدام کیے، ایک یہ کہ اضافی آبادی کو

---

[45] Kandhlavi, Muhammad Idris, Seerat Al-Mustafa Sallallahu Alaihi Wasallam, Al-Taf & Sons, Karachi, Vol. 1:299

[46] Farooqi, Dr. Muhammad Yousuf, Ahd-e-Nabawi Sallallahu Alaihi Wasallam Mein Muashrah Aur Mamlakat Ki Tashkeel, Izhar Al-Quran, Lahore, 2006, 234

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

یاتواور زمینوں میں منتقل کرنے کا حکم جاری کیا،تاکہ اس طرح ایک طرف زرعی انقلاب برپا کیا جاسکے اور دوسری طرف نئے لوگوں کی رہائش کے لیے گنجائش نکالی جاسکے،دوسری طرف یہ کہ قریظہ اور نضیر کی مفتوحہ بستیوں یا جوف مدینہ کے دیگر قریوں میں پھیلا دیا؛تاکہ ایک جانب معاشرتی ناہمواریاں پیدا ہونے کے امکانات ختم ہو جائیں اور دوسری طرف صحت منداور تعصبات سے پاک معاشرہ تخلیق کیا جاسکے۔[47]

اوراس سے قبل شہر مکہ کی توسیع کے حوالے سے اگرہم بات کریں تواس کاایک سبب کعبہ کاوجود تھاکیونکہ عرب کے لوگ سال میں دوبار اعمال حج انجام دینے کے لئے اس شہر میں آتے تھے اور قریش جوکہ کعبہ سے متعلق مختلف امور کے ذمہ دار تھے حجاج کے قیام وطعام کاانتظام کرتے تھے۔دوسری طرف سے اعمال حج کے ساتھ زائروں اور مکہ کے تاجروں کے درمیان تجارتی معاملات بھی انجام پاتے تھے۔اور یہ دو چیزیں شہر کی توسیع اور اقتصادی رونق میں مددگار ثابت ہوئیں۔آج کل کچھ مغربی ممالک میں ٹاؤن پلاننگ کے انھیں زریں اصولوں پر جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے آزمایا تھا، عمل کرکے معاشرتی ہیجان اور تہذیبی انتشار کی شدت کو کم کرنے میں،ایک حد تک کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔

تعمیراتی نظام میں سب سے اہم سڑکوں،پلوں کی تعمیر اور دیکھ بھال کے علاوہ نئی شاہراہوں کی تعمیر اور آئندہ کے لیے ان کی منصوبہ بندی کا کام ہوتا ہے۔بعض لوگ ذاتی اغراض کے لیے سڑکوں کو گھیر لیتے ہیں،بعض مستقل طور پر دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں،فقہِ اسلامی میں اس کے بارے میں واضح احکام ملتے ہیں؛ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم راستے میں اختلاف کرو تواس کی چوڑائی سات ہاتھ ہوگی،اس سے کم گلی بھی نہیں ہوسکتی۔“[48]ہجرت سے قبل مدینہ میں ناجائز تصرفات عام تھے،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے منع فرمادیا،گلی یا کوچہ کی کم سے کم چوڑائی جھگڑا ہوجانے کی صورت میں سات ہاتھ ”ذراع“ مقرر کی گئی۔[49] جوفِ مدینہ کی آبادیوں میں گلیاں عام طور پر تنگ ہوتی تھیں،اس لیے مدینہ میں بھی کوچہ تنگ، مگر سیدھے تھے، باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم

---

[47] Zia Al-Omari, Dr. Akram / Mutarjim: Azra Naseem Farooqi, Madani Muashrah Ahd-e-Risalat Mein, Idarah Tahqiqat Islami, Islamabad, 2005, 510 Pages
[48] Al-Qushairi, Muslim Bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim
[49] Al-Qushairi, Muslim Bin Al-Hajjaj, Sahih Muslim

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

اجمعین کے مکانات مختصر تھے، مگر عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشادہ مکانات کو پسند کیا اور فرمایا "خوش بخت ہے وہ شخص جس کی جائے رہائش وسیع اور پڑوسی نیک ہوں"[50]

مدینہ کی شہری ریاست:

عہد رسالت میں شہر کی تعمیراتی صورتحال اس طرح تھی:

۱۔ گلیوں اور شاہراہوں کا بندوبست، بازار کی تعمیر، رہائشی انتظامات

۲۔ پینے کے پانی کی فراہمی اور تقسیم

۳۔ گندے پانی کی نکاسی، کوڑے کرکٹ کے پھینکوانے کا بندوبست

۴۔ تعلیم، علاج کا بندوبست[51]

شہروں کی توسیع کے حوالے سے یہ امر بھی مد نظر رہے کہ اسلام میں کچھ فقہی احکام بھی ان سے وابستہ ہیں لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی کیفیت ایک جیسی رہتی ہے اور عرف میں ان کی حدود مشخص ہوتی ہے یعنی اس شہر کی آخری عمارتیں۔ لیکن شہروں کی توسیع، ان کے ایک دوسرے سے نزدیک ہونے اور آپس میں مل جانے کی صورت میں شک ہو جاتا ہے اور یہ امر مشخص نہیں ہوتا کہ کیا یہ ایک شہر شمار ہوں گے یا نہیں؟ تو یہاں چند صورتیں ہیں:

الف: شہروں کے اطراف میں کچھ محلے اور ٹاؤن بنائے جاتے ہیں جو یا تو ان شہروں سے جڑے ہوتے ہیں یا وقت گزرنے کے ساتھ شہروں سے مل جاتے ہیں؛ ایسے علاقے شہروں کا حصہ شمار ہوں گے۔

ب: کچھ ایسے شہر ہیں جن میں سے ہر ایک جدا اور مستقل شہر تھا اور ایک خاص تاریخی حیثیت رکھتا ہے لیکن تعمیرات میں توسیع کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل چکے ہیں جیسے کوئی شہر بسایا گیا اور بعد میں اس کے نواحی علاقے بھی اس میں شامل کر لیے گئے اور بسا اوقات اس کے نواحی علاقے الگ شہر شمار کیے جاتے ہیں ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کو علیٰحدہ شہر شمار کیا جائے گا اور یہ دونوں مجموعی طور پر ایک شہر شمار نہیں ہوں گے۔

ج: یہ صورت بھی دوسری صورت کی طرح ہے، اس فرق کے ساتھ کہ ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا شہر آپس میں مل

---

[50] Al-Waqidi, Muhammad Bin Umar Bin Waqid Al-Sahami Abu Abdullah, Al-Maghazi, Dar Al-Ilmiyah, Beirut, 3rd Edition, 1409/1989, 521

[51] Shahidi, Asadullah Khan, Khulasah Az Mahnama Dar Al-Uloom, Shumara 3, Jild: 95, Rabi' Al-Thani 1432 Hijri Mutabiq March 2011, Ahd-e-Nabawi Ka Shehri Nizam, Shoba Diniyat Aligarh Muslim University

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

جائیں،اس طرح کہ چھوٹا شہر اس ملاپ کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ عرفی اور سماجی اعتبار سے بڑے شہر میں ضم ہو کر ایک ہو جائے؛تو اس صورت میں پہلی صورت کی طرح دونوں کو ایک شہر شمار کیا جائے گا۔

لیکن ان کیفیات کو سمجھنے کے لیے جب اسوۃ حسنہ کی طرف رخ کیا جاتا ہے تو ہمیں صرف مدینہ منورۃ کی تاریخی تمدنی اور معاشرتی کیفیات تفصیل سے ملتی ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہروں کی آباد کاری اور توسیع کن اصولوں پر ممکن ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد کچھ اصول اور ضوابط اور ہدایات جاری کیں جس میں شہری منصوبہ بندی اور جدید تعمیراتی ضوابط کی بنیادیں ملتی ہیں لہذا حکم دیا : گلیاں کم از کم اتنی چوڑی ہوں کہ دو مال بردار اونٹ یا سواریاں آرام سے گزر سکیں ۔

پیدل چلنے والے راستے اتنے چوڑے ہونے چاہییں کہ درمیان میں مرد چلیں اور دائیں بائیں عورتیں چل سکیں،تاکہ بے پردگی کا احتمال نہ ہو،مدینے کے حالات کو دیکھتے ہوئے اونچی اونچی عمارتیں بنانے کو منع فرمایا۔اگر کہیں کوئی اونچی عمارت دیکھی تو اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس کے ڈھانے کا حکم دیا ۔

اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کی تعمیر کے بارے میں احکامات دیئے کہ مکان پھیلے ہوئے کشادہ ہوں، صحن ہو،ایک کمرہ میاں بیوی،ایک اولاد کے لیے،ایک مہمانوں کے لیے اور ایک خادموں کے لیے مخصوص ہونا چاہیے،اس زمانے میں گھروں کے اندر غسل خانے اور بیت الخلاء نہیں ہوا کرتے تھے اور حوائج ضروریہ کے لیے لوگ صحرا اور جھاڑیوں میں چلے جاتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کا نہ صرف مسجد نبوی میں اہتمام کیا بلکہ گھروں کے لیے بھی احکامات دیئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں نہانے اور بیت الخلاء کا انتظام الگ ہوتا تھا اور اور یہ ڈھکا ہوا ہوتا تھا۔اسی طرح سے نہریں جاری کرنا،نالیاں بنانا تاکہ نکاسی آب ہو سکے،یہ سب باتیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں ملتی ہیں۔

اور اگر اس کے بعد خلفائے راشدین کے دور کی طرف دیکھا جائے تو بصرہ،کوفہ اور دیگر شہر تعمیر کیے گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی ہدایات کے تحت تعمیر کیے گئے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور اہتمام کیا کہ مسجد نبوی کے قریب بازار متعارف کروایا جس میں دکانیں تھیں لوگوں کو مقرر کیا جو قیمتوں کا جائزہ لیتے اور کنٹرول کرتے تھے،اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں کے بازاروں میں بہت زیادہ منافع خوری اور سود کا کاروبار ہوتا تھا،تو اس کے مقابل نبی پاک ﷺ کے احکامات کے تحت مسلمانوں کے لیے ایک بازار بنایا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو کاروبار کی اجازت دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ اپنا سامان لے کر آسکتے ہیں اور ہمارے بازار میں ہماری تعلیمات کی روشنی میں کاروبار کر سکتے ہیں،اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ

THE SCHOLAR-ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
Vol. 10, No. 1 || January-June 2024|| P. 71-93
https://doi.org/10.29370/siarj/issue18urduar5

وسلم نے ایک فلاحی شہر کی بنیاد رکھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شہر پانچ سو ہاتھ بڑھ جائے تو دوسری آبادیاں بنانا چاہیئیں۔

یہ مختصراً اُس نظام کا خاکہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں دیا تھا۔

خلاصہ:

فن تعمیرات کا انسانی تہذیب وتمدن کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اور یہ بھی کہ تعمیرات نہ صرف کسی بھی معاشرے کی ثقافت کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ انسانی مزاج و طبائع پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں اور اس کے مظاہر ہمیں اسلامی اور مغربی معاشروں کے تعمیر کردہ گھروں کی صورت میں نظر آسکتے ہیں مثال کے طور پر مغربی طرز تعمیرات میں باورچی خانہ مہمان کے خانے کے بالکل سامنے ہوتا ہے اور اسلامی طرز تعمیرات میں باورچی خانہ گھر کے داخلی حصے میں قائم ہوتا ہے اور مہمان خانہ گھر کے بیرونی حصے سے متصل ہوتا ہے یعنی تعمیرات میں حجاب کی کیفیات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ایک بات اور بھی بہت اہم ہے کہ خود مغربی معاشرے کی تعمیرات دو حصوں میں منقسم ہے قدیم طرز تعمیرات اور جدید طرز تعمیرات۔ قدیم طرز تعمیرات میں اسلامی طرز تعمیرات کی کچھ جھلک نظر آتی ہے جبکہ جدید تعمیرات میں گھر کے داخلی و خارجی حصوں کی کوئی تخصیص و تفریق نہیں جبکہ موجودہ اسلامی معاشروں میں مغربی ثقافتی یلغار کے نتیجے میں جدیدیات کی بہت زیادہ جھلک نظر آتی ہے جس میں اسلامی طرز حیات سے انحراف کے مظاہر بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔

اسلام تمام انسانوں کیلئے اسلام موزوں ترین مذہب ہے کیونکہ یہ محدود نہیں لا محدود ہے اسی طور اسکا فن تعمیر بھی محدود نہیں لا محدود ہے... دیگر مذاہب اور تہذیبوں پر کسی ایک خطے کی آب وہوا اور ثقافت کی چھاپ ہے اور ان کا فن تعمیر بھی اسکی نمائندگی کرتا ہے جب کہ اسلامی طرز تعمیر دنیا کے ہر خطے میں اسکی آب وہوا' طرز زندگی اور ثقافت کی بھرپور نمائندگی کرتے ہوئے رہائش اور عبادت کیلئے آسانیاں پیدا کرتا ہے چنانچہ کسی ایک طرز تعمیر پر چھاپ نہیں لگائی جاسکتی کہ صرف یہی اسلام کی نمائندگی کرتا ہے' علاوہ ازیں وقت گزرنے سے اس میں مختلف جمالیاتی تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)